نماز بوقتِ خطبہ پر محققانہ بحث

مولانا عبداللہ خاں صاحب کرتپوری فاضل دیوبند

انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص پھٹے لباس میں مسجد کے
هذا الرجل دخل المسجد فی هیئة بذة	اندر آئے۔ میں نے ان کو دو رکعت پڑھنے کا حکم کیا اور میں
فامرته ان یصلی رکعتین وانا ارجوان	اُمید کرتا ہوں کہ کوئی ان کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے
یفطن له رجل فیتصدق علیه	ان کو صدقہ دے۔

امام احمدؒ کی اس روایت سے عیاں ہو رہا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک میں اصل شے سلیک کے لئے فراہمی صدقہ ہے اور اسی لئے ان کو نماز کا حکم کیا گیا تھا

حافظ ابن حجرؒ کے لئے اس روایت کی وضاحت مایوس کن تھی فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد سلیکؓ کو نماز کے لئے کھڑا کرنے سے صرف ان کی بوسیدہ حالت کا اظہار ہی نہ تھا بلکہ آپؐ کے زیر مقصد تحیۃ المسجد کی ادائیگی بھی تھی۔ دلیل یہ کہ سنن نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ آئندہ جمعہ پھر آنحضرتؐ نے اُن کو بحالت خطبہ نماز کے لئے فرمایا اور امام احمد وابن حبان کی روایت میں تیسرے جمعہ میں بھی ان کو نماز کے لئے حکم فرمانا مذکور ہے۔ پس بوسیدہ حالت کے اظہار کو اُن کے نماز کے لئے کھڑا کرنے کی علتِ کاملہ نہیں کہا جا سکتا ہاں جزءِ علت ہے (فتح الباری بالتلخیص والتشریح) راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ سلیکؓ کی نماز کے وقت خطبہ نہیں تھا تو پھر حافظ ابن حجرؒ کا یہ ارشاد کہ ادائیگی تحیۃ المسجد بھی جزءِ علت ہے سوائے زیبِ اوراق ہونے کے اور کوئی کام بناتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ یہی تسلیم کر لیا جائے کہ دونوں کام آپؐ کے زیر مقصد تھے تو پھر بھی اس واقعہ سے ایسی ہی حالت کے لئے تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ امام

خطبہ چھوڑ کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیا ہو۔

رہا حافظ رحمہ اللہ کی تقریر کا دوسرا جزء کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے جمعہ میں بھی سلیک کے لئے نماز کا حکم فرمایا اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سنن نسائی اور ابن خزیمہ کی جس روایت کا حوالہ فرماتے ہیں اُن میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ آئندہ جمعہ میں بھی سلیکؓ کے آنے کے قبل سے صدقہ جمع کیا جارہا تھا اور سلیکؓ نے گذشتہ جمعہ کے حاصل شدہ کپڑوں میں سے آج کے مسکین کو ایک کپڑا صدقہ کردیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے سلیکؓ کو جھڑک کر منع فرمایا۔ لہذا سلیکؓ کی یہ نماز بھی بحالت خطبہ نہیں ہوئی ہاں بوقتِ فراہمی صدقہ ہوئی ہے۔ بحث کراہتہ نماز بوقتِ خطبہ میں ہے نہ بوقت فراہمی صدقہ میں۔

اِس تفصیل کو حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ ہی میں ملاحظ فرمائیں وممّا يدل على ان امره بالصلوٰة لم ينحصر في قصد التصدق معاودته صلى الله عليه وسلم بامره بالصلوٰة ايضاً في الجمعة الثانية بعد ان حصل له في الجمعة الاولىٰ ثوبين ۲ فتصدق باحدهما فنهاه النبي صلى الله عليه وسلم عن ذالك اخرجه النسائي وابن خزيمة من حديث ابي سعيد ايضاً ولاحمد وابن حبان انه كرر امره بالصلوٰة ثلاث مرات في ثلاث جمع (فتح الباری)

۲ فدخل رجل باذّ الهيئة في اثنائه

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لائن بدل کر بحث کا دوسری طرح سے آغاز کیا فرماتے ہیں کہ قصۂ سلیکؓ سے یہ علّت نکالنی کہ آنحضرت ﷺ نے سلیکؓ کو صدقہ کے ارادہ سے کھڑا کیا تھا مجوزین کے مسلک پر اس لئے بھی اثر انداز نہیں کہ مانعین بھی تو بعلت صدقہ نماز بحالت خطبہ کی اباحت کے قائل نہیں ہیں راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ معاملہ صرف صدقہ کی اپیل کا ہی نہیں بلکہ اس کے بعد عملی کارروائی کا جاری ہونا بھی منقول ہے روایاتِ صحیحہ میں آچکا ہے صدقہ جمع کیا گیا لوگوں نے کپڑے ان کیلئے پھینکے حاضرین صدقہ دینے دلانے میں مصروف ہوئے اور آنحضرت ﷺ صدقہ وصول فرمانے اور تقسیم وانتظام میں مصروف ہوئے اور خطبہ سے رُکے رہے اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سلیک کی نماز کے وقت خطبہ کا وجود ہی نہ تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان سب امور کو نظر انداز کر کے صرف قصد تصدق لیکر اور سلیک کی نماز بحالتِ خطبہ تصور کر کے اس بحث کا آغاز کردیا اور نہ صرف یہ کہ خود ہی سلیکؓ کی نماز کو بحالتِ خطبہ تصور کیا بلکہ یہ علّت مانعین کی جانب اس طور پر منسوب کی جیسا کہ مانعین بھی

سلیک کی نماز کو بحالت خطبہ تصور کرتے ہوئے ان امور کو پیش کر رہے ہیں۔ حافظ کا مذکورہ قول کہ مانعین بھی تو بعلت صدقہ اباحت نماز بوقت خطبہ کے قائل نہیں اسی بنیادی غلطی پر مبنی ہو۔ مانعین کی پیش کردہ چیز صرف ایک مقصد تصدق ہی نہیں بلکہ وہ متعدد امور پیش کر رہے ہیں اور اُن کو یہ بھی تسلیم نہیں کہ فراہمی صدقہ بحالت خطبہ ہوئی ہو پھر وہ جن متعدد امور کو پیش کر رہے ہیں وہ بھی اس لئے نہیں کہ یہ امور اباحت نماز بوقت خطبہ میں موثر ہیں بلکہ اس لئے کہ ان امور کی موجودگی میں سلیکؓ کی نماز کی ادائیگی مروی ہے اور ان امور کا وجود نفی خطبہ کو مستلزم ہے پس ثابت ہوا کہ اس وقت خطبہ نہیں تھا۔

حافظ ابن حجرؒ اسی ضمن میں ابن المنیرؒ محشی کا ایک اعتراض بھی نقل کر گئے ہیں جس کا ماحصل یہ ہو کہ علت صدقہ کو اباحت نماز بحالت خطبہ میں کچھ دخل ہو سکتا ہو تو پھر اباحت نماز بوقت طلوع شمس وغیرہ اوقات مکروہہ میں بھی کوئی دوسری چیز دخیل ہو سکتی ہو اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں راقم الحروف عرض کرتا ہے ابن منیرؒ کا یہ قول بنا فاسد علی الفاسد ہو اس میں بنیادی غلطی تو یہی ہو کہ فراہمی صدقہ کو بحالت خطبہ تصور کر لیا گیا اور اس کو اباحت نماز بوقتِ خطبہ کی علت بنا کر مانعین کے سر تھوپ دیا اور یہ غلط ہے۔ دوسری غلطی ابن منیر رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ انھوں نے دو مختلف قسم کی ممانعت کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے کی ٹھان لی۔ شارع علیہ السّلام کی نظر میں کراہت نماز بوقت خطبہ کی علت استماع وانصات ماموں کا اختلال ہے اور طلوع وغروب شمس کے اوقات میں ممانعت نماز کی علت نجوم پرستی سے اشتباہ ہو (کما قال صلی اللہ علیہ وسلّم تطلع (ای الشمس) بین قرنی الشیطان فیصلی لھا الکفار (الی ان قال الراوی) وتغرب بین قرنی الشیطان فیصلی لھا الکفار)

خطبہ ایک انسانی اور اختیاری فعل ہو اس میں تعویق وتاخیر ممکن ہو جیسا کہ سلیکؓ کے آنے کے موقع پر خطبہ میں تاخیر ہوئی اور اصل محظور مرتفع ہونے کی وجہ سے ممانعت بھی مرتفع ہوئی بخلاف طلوع شمس وغیرہ کے کہ اس کے نظام مقررہ میں اس کا امکان نہیں لہذا اس جگہ محظور یعنی اشتباہ نجوم پرستی جو علت ممانعت ہو قائم اور غیر ممکن الارتفاع ہے اور معلول بغیر علت کے ارتفاع کے مرتفع نہیں ہو سکتا ہو۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے ابن منیرؒ کے اس قول کو اپنی تائید میں نقل کیا حالانکہ یہ اس کا مستحق نہ تھا۔

سطور بالا میں حافظؒ نے سلیکؓ کو تین بار نماز کا حکم کئے جانے کا ذکر کیا ہو۔ پہلے جمعہ کا جواب تفصیل سے

مذکور ہوا۔ دوسرے جمعہ کے متعلق بھی ثابت کیا گیا کہ اس دن بھی صدقہ فراہم ہو رہا تھا لہٰذا اس سے اباحت نماز بحالت فراہمی صدقہ کا استدلال تو کیا جا سکتا ہے لیکن اباحتِ نماز بوقت خطبہ کے استدلال کا کچھ تعلق نہیں۔

تیسرے جمعہ کا تذکرہ یہ درحقیقت جماعتِ کثیرہ کے مقابلہ میں بعض رواۃ کا وہم ہے اس کا اظہار خود حافظ ابن حجرؒ کے طرزِ بیان سے بھی ہو رہا ہے کہ دوسرے جمعہ کے واقعہ کو وثوق کے ساتھ فرما رہے ہیں (معاودتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجمعۃ الثانیہ) اور تیسرے جمعہ کے متعلق صرف یہ فرماتے ہیں کہ احمد و ابن حبان کی روایت میں تیسرے جمعہ کا ذکر ہے (ولاحمد و ابن حبان انہ کرر امرہ بالصلوۃ ثلاث مرار فی ثلاث جمع) اور یہی رائے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ سے تیسرے جمعہ کے ذکر والی روایت کے ضعف کو چھپایا نہیں جا سکا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس کا حوالہ دیا۔

حضرات مجوزین قصہ سلیکؓ کو جس طور پر پیش کرتے ہیں اس کا نتیجہ حسب ذیل صورت میں نکلتا ہے۔

(پہلا جمعہ) سلیک رضی اللہ عنہ جمعہ و خطبہ کی .... اہمیت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے دیر سے آتے ہیں اور تحیۃ المسجد (جو بزعم مجوزین ایک سنت سنیہ کے طور پر جاری ہے) نہیں پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نماز کا حکم فرماتے ہیں اور ساتھ ہی تاکید بھی فرما دیتے ہیں کہ آئندہ ایسی حرکت (تاخیر) نہ کرنا۔

دوسرا جمعہ ہوتا ہے سلیکؓ کو جمعہ و خطبہ کی اہمیت کا پاس نہیں اور نہ آنحضرتؐ کے حکم و تاکید کا خیال ہے آج بھی دیر سے بحالت خطبہ آتے ہیں اور تحیۃ المسجد کی طرف پھر بھی توجہ نہیں کرتے باوجودیکہ گذشتہ جمعہ اُن کو خاص طور پر اس کا حکم کیا گیا تھا اس جمعہ میں بھی آنحضرتؐ کو ہی تحیۃ المسجد کی طرف ہدایت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے

تیسرا جمعہ ہوتا ہے سلیکؓ کو نہ جمعہ میں جلد آنے پر اجر و ثواب کا کچھ لالچ ہے نہ ترک خطبہ کا ڈر ہے نہ آنحضرتؐ کے دو مرتبہ سابقہ مسلسل حکم و تاکید کی خلاف ورزی پر دہشت دامنگیر ہے اس تیسرے جمعہ کو بھی دیر سے ہی آتے ہیں اور تحیۃ المسجد پھر بھی ادا نہیں کرتے تا آنکہ اس تیسرے جمعہ میں بھی آنحضرتؐ ہی کو تحیۃ المسجد کے لیے حکم فرمانے کی نوبت پیش آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ ہر دو مرتبہ کی تاکید کے بعد اس تیسری خلاف ورزی پر ان کو کچھ نہیں فرماتے نہ صحابہ کی جماعت میں سے کوئی صاحب ان کے مسلسل اعراض عما قضی اللہ ورسولہ امراً پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی تعمیل صحابہ کرام جس طرح پر دل و جان سے کرتے تھے اس کو دیکھتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی وہم وگمان میں نہیں آسکتا کہ کسی صحابی سے مکرر سہ کرر اس قدر بھول غفلت سرزد ہو غفلت بھی ہو سکتی تھی تو ایک مرتبہ تاخیر سے آنے میں ۔ لیکن تحیۃ المسجد کا حکم خاص طور پر اپنے لئے حکم سننے کے بعد تو اس میں بھی بھول کے امکان کو دخل نہیں ہو سکتا ۔ الغرض حضرات مجوزین جس طرح پر اس قصّہ کو پیش کرتے ہیں اس کی صورت عقل و درایت کے آئینہ میں ایک معمہّ نظر آتی ہے ۔

قصّہ سلیکؓ کے متعلق جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے بحث کا نچوڑ یہی ہے کہ ان کی نماز کے وقت خطبہ جاری رہا یا نہیں روایات مذکورہ سے یہ امر اچھی طرح سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس وقت خطبہ جاری نہیں رہا ۔ باقی یہ بات کہ اُن کے آنے کے وقت بھی خطبہ شروع ہو چکا تھا یا ہنوز شروع ہی نہیں ہوا تھا اگرچہ مسئلہ پر اثر انداز نہیں تاہم تحقیق کے لحاظ سے یہ پہلو بھی سامنے آجانا چاہیئے ۔

عام روایات کے الفاظ سے متبادر ہوتا ہے کہ سلیک رضی اللہ عنہ بحالتِ خطبہ ہی آئے ہیں مگر بعض روایات کی تصریح اس کے برخلاف ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیکؓ کے آنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف منبر پر بیٹھے ہوئے تھے یعنی ہنوز خطبہ شروع نہیں ہوا تھا ۔ صحیح مسلم وسنن بیہقی کی روایات میں ہے ۔

جاء سليك الغطفانی و رسول الله صلى الله عليه وسلّم قاعد[۱] على المنبر فقعد سليك قبل ان يصلى فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلّم اركعت ركعتين قال لا قال قم فاركعهما ۔

سلیکؓ غطفانی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے تھے بغیر نماز پڑھے ہوئے سلیکؓ بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم نے دو رکعت پڑھ لیں انھوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو

[۱] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قعود ابتداءِ خطبہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ممکن ہے اس قعود سے مراد قعود بین الخطبتین ہو یا راوی نے لفظ قاعد مجازاً استعمال کیا ہو کیونکہ دیگر روایات صحیحہ میں والنبی صلی اللہ علیہ وسلّم یخطب مذکور ہے ۔ (فتح الباری ملخصاً) حافظ عینی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس قعود میں آنحضرتؐ کا سلیکؓ کے انتظار میں خطبہ سے رُکا رہنا مروی ہے ۔ قعود بین الخطبتین کا عرصہ قلیل ہوتا ہے وہ اس تاخیر کو متحمل نہیں ہو سکتا ہے (عمدۃ القاری) راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلیک کے لئے صدقہ کی اپیل کرنا اور حاضرین کا صدقہ دینے دلانے میں مشغول ہونا

اس روایت سے صاف عیاں ہو رہا ہے کہ سلیکؓ کے آنے کے وقت تک خطبہ شروع نہیں ہوا تھا اس روایت کی مراد میں نہ کوئی خفاء ہے اور نہ از روئے انصاف اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے۔ اس تصریح کے پیش نظر یہ کہنا بیجا نہیں کہ اکثر رواۃ کی جانب سے سلیکؓ کے آنے کے وقت کی حکایت میں جو لفظ یخطب استعمال ہوا ہے وہ کاداں یخطب کے معنی میں ہو مراد یہ کہ آنحضرتؐ سلیکؓ کے آنے کے وقت خطبہ نہیں فرما رہے تھے بلکہ منبر پر تشریف فرما تھے اور خطبہ شروع ہونے والا تھا کہ اتنے میں سلیکؓ آ گئے اور اُن کے لئے فراہمی صدقہ کا کام شروع ہو گیا اور خطبہ کچھ دیر کے لئے ملتوی رہا اس معنی کے مراد ہونے میں کوئی استبعاد نہیں۔ کلام عرب اور خود قرآن و حدیث میں فعل کا اطلاق ارادۂ فعل پر بکثرت پایا جاتا ہے۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن کبریٰ میں اس حدیث سے مسئلہ نماز قبل از خطبہ اخذ کیا اور اسی مضمون کے موافق باب باندھا۔ حافظ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وقد بوب النسائی فی سننہ الکبریٰ	نسائی نے سنن کبریٰ میں حدیث سلیکؓ پر بدیں الفاظ
علی حدیث سلیک قال باب الصلوٰۃ	باب باندھا (باب خطبہ سے پہلے نماز پڑھنے کا) پھر نسائی
قبل الخطبۃ ثم اخرج عن ابی الزبیر	نے ابو الزبیر کے طرق سے حدیث جابرؓ بیان کی کہ سلیکؓ
عن جابر جاء سلیک الغطفانی ورسول اللہ	آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے
صلی اللہ علیہ وسلم قاعد علی المنبر فقعد	تھے۔ سلیکؓ بغیر نماز پڑھے بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(سابقہ صفحہ کا بقیہ) وغیرہ وغیرہ اسی کا قرینہ ہے کہ یہ قعود قبل از خطبہ کا تھا۔ بحالت خطبہ اس سے کم حرکت پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور یہ احتمال مجازی بھی حافظ رحمہ اللہ علیہ نے ایک ہی فرمائی اس میں مجاز کی کیا صورت ہو سکتی ہے ... یہ کہ قعود کو قیام کے معنی میں لیا جائے ایسے استعمال کی تو شاید ایک نظیر بھی عربی میں نہ مل سکے پھر احتمال مجاز کو لفظ یخطب میں بھی ساغ ہے بلکہ یہ احتمالی قصہ کی متعدد روایات اور قرائن سے ثابت ہوتا ہے اور نصوص کثیرہ اور جمہور سلف کا مسلک اسی کے اقتضاء کے موافق ہے۔ نیز اس مجاز کا استعمال بھی جس قدر شائع ہے اس کا حال عربی داں حضرات سے مخفی نہیں پھر جبکہ یہ روایت بھی صحیح ہے امام مسلم اپنی جامع صحیح میں لائے امام نسائی و حافظ ابو بکر بیہقی (رحمہم اللہ) نے بھی اپنی سنن میں اس کو روایت کیا تو کل روایات صحیحہ کا اطباق بھی لفظ یخطب پر ظاہر کرنا درست نہیں۔

سليك قبل ان يصلي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اركعت ركعتين قال لا قال قم فاركعهما (عمدة القارى شرح صحيح البخارى)	نے نماز کے متعلق دریافت فرمایا کہ تم نے دو رکعت پڑھ لیں عرض کیا کہ نہیں پڑھیں فرمایا اٹھ کر پڑھو۔ (عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری)

حضرت استاد شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی نظر سے سنن کبریٰ (للنسائی) کا جو نسخہ گذرا ہے اس میں یہ تبویب نہ تھی حضرت شیخ نے اپنے درس میں اس کا اظہار فرمایا (کمافی العرف الشذی وغیرہ) شیخ رحمہ اللہ کا مقصد اس سے اختلاف نسخ کا اظہار ہے اور اس قسم کے اختلاف سے کوئی کتاب حتیٰ کہ صحیحین بھی خالی نہیں۔ ثقہ مصنف کا کسی نقل کو اپنی تصنیف میں درج کرنا اس کے صحت کی ضمانت ہوتی ہے حافظ عینی رحمۃ اللہ کی یہ نقل قابل اعتماد ہے۔ عینیؒ بڑے پایہ کے عالم، محدث و امام تھے۔ مختلف علوم وفنون میں ان کی تصانیف ہیں۔ صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری ان کی قابل قدر تصنیف ہے جو فتح الباری کے بعد جملہ شروح بخاری پر فائق ہے۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجر (رحمہما اللہ) نے ان کی علمیت و قابلیت کا اعتراف کیا ہے۔ سیوطی اپنی کتاب بغیہ میں ان کے متعلق فرماتے ہیں کان اماماً عالماً علامة عارفاً بالعربية والتصريف حافظاً للغة سريع الكتابة حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب مجمع المؤسس میں اپنے ہم عصر علماء میں ان کا شمار کرتے ہوئے ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ آخر ترجمہ میں عینی کی تاریخ کبیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عینی نے میری استدعا پر اپنی اس تاریخ کی اجازت میرے بیٹے محمد کو دی ہے (الفوائد البهية) جس شخص کے متعلق عسقلانی و سیوطی کا یہ تاثر ہو اُس کے نقل کی صحت میں کیا شبہ کی گنجائش ہے۔ نیز اس نقل کو امام زیلعی رحمہ اللہ نے بھی تخریج ہدایہ میں بیان فرمایا ہے امام زیلعیؒ کے متعلق صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ حافظ الدنیا (ابن حجرؒ) ان کے امام و حافظ حدیث ہونے کے ٹھنڈے دل سے قائل اور ان کی کتب سے مستفید ہونے کے معترف ہیں۔ مذہبی مباحث کے اندر ان کی انصاف پسندی کا اعیاً بھی کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ اے کاش کہ ہمارے یہ ہر دو حافظ (ابن حجر و عینی) بھی اس وصف سے متصف کئے جا سکتے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

سلیک رضی اللہ عنہ کی اس نماز کے متعلق مصنفین کے درمیان ایک یہ بحث بھی جاری ہے کہ ان کی یہ نماز

تحیۃ المسجد تھی، سنت قبل جمعہ تھی یا نماز فائتہ۔ راقم الحروف تحقیق کا قائل ہے تقلید کا نہیں۔ راقم کی ناچیز رائے میں شریعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ حاضرین خطبہ کو توجہ کے ساتھ سنیں۔ اسی مقصد کے واسطے استماع و انصات کو ضروری قرار دیا گیا اور اس وقت نماز کی ممانعت کی گئی۔

چونکہ ممانعت نماز احادیث میں علی الاطلاق بغیر کسی تخصیص کے وارد ہے لہٰذا ہر ایک نماز ایک ہی حکم میں ہے اس لئے راقم الحروف کے پیش نظر تحقیق ہے تقلید محض نہیں۔

ہم سخن سنج ہیں غالب کے طرفدار نہیں

یہ کلام قصۂ سلیک رضؓ سے متعلق تھا اس کے علاوہ بخاری و مسلم کے بعض رواۃ نے ان الفاظ کو بھی نقل کیا ہے اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور حکم عام کے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی بوقت خطبہ آئے تو دو رکعت پڑھے۔

لیکن حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے طرق جمع کر کے اس حکم عام والی روایت کو معلول ثابت کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

واخرجا جمیعاً حدیث شعبۃ عن عمرو	یعنی بخاری و مسلم دونوں نے روایت شعبۃ کو بطریق
عن جابر اذا جاء احدکم والامام یخطب	عمرو حضرت جابر سے بدیں الفاظ روایت کیا ہے
فلیصل رکعتین وقد رواہ ابن جریج	اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین (شعبۃ کے
وابن عیینۃ وحماد بن زید وایوب وورقاء	علاوہ) ابن جریج[۱] ابن عیینہ[۲] حماد بن زید[۳] ایوب[۴] و
وحبیب بن یحییٰ کلھم عن عمرو عن جابر	ورقاء[۵] حبیب[۶] بن یحییٰ۔ یہ کل راوی مسجد میں
ان رجلاً دخل المسجد فقال اصلیت	داخل ہونے والے شخص (سلیک رضؓ) کے صرف نماز
(مقدمہ فتح الباری)	پڑھنے کی روایت بیان کرتے ہیں

دارقطنی کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن دینار سے روایت کرنے والوں کی ایک جماعت کثیرہ صرف قصۂ مخملہ کو بیان کرتی ہے اور اس جماعت کے مقابلہ میں صرف شعبہ یہ روایت بطور حکم عام کے بیان کرتے ہیں۔ اُن کے شیخ (عمرو بن دینار) سے اس کے بیان کرنے کا ثبوت نہیں۔ اگر عمرو بن دینار اس

کو روایت کرتے تو اس جماعت کثیرہ کے حکم عام کو چھوڑ کر صرف قصۂ محتملہ کو بیان کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت مدرج ہے حدیث مرفوع نہیں ہے۔

ناظرین شاید یہ خیال فرمائیں کہ حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ نے متعدد طرق سے روایت شدہ ایک حدیث کو رواۃ کا وہم قرار دیکر معلول کہہ دیا مگر حقیقۃً نقل و روایت کے عالم میں یہ امر کوئی تعجب خیز نہیں جس طرح سے قرآن کریم کا حافظ ایک آیت سے دوسری متقارب الالفاظ آیتہ میں متشابہ لگ کر پہونچ جاتا ہے ایسے ہی حدیث کا راوی بھی غلطی کھا کر ایک روایت کو دوسری متقارب الالفاظ والمعنی روایت میں خلط ملط کر کے ایسی صورت میں پیش کر دیتا ہے جو نئی روایت نظر آنے لگتی ہے، کتب احادیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں اس روایت (اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین) کے بیان کرنے والے تو صرف ایک صحابی اور اُن سے روایت کرنے والے دو تابعی (عمرو بن دینار۔ ابو سفیان) بیان کئے جا سکتے تھے۔ مگر میں راویوں کے وہم و نسیان کی مثال میں قارئین کرام کے سامنے وہ روایت رکھتا ہوں جس کے نقل کرنے والے اس سے دو گنے اور اس سے مزید یعنی دو صحابی اور پانچ تابعی لیکن تلاش و جستجو شروع ہوئی تو صرف راویوں کا وہم نکلا۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث تھی من ادرك رکعتہ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا راویوں کے دماغ میں وہم و بھول کا چکر لگا تو اس کو نئی صورت میں بیان کر دیا یعنی من ادرك رکعتہ من الجمعتہ فقد ادرکھا صورت بدل گئی معنی بدل گئے۔ حدیث ہی دوسری بن گئی۔

فن کے پرکھنے والے معاملہ کی تہ تک پہونچے اور دارقطنی وغیرہ محدثین نے بات کا کھوج نکال کر ظاہر کیا کہ حدیث اصل میں من ادرک رکعتہ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا ہے اور یہ روایت (من ادرک من الجمعتہ فقد ادرکھا) راویوں کی بھول کا اختراع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ءً کسی راوی کی طرف سے اس قدر بھول ہوئی کہ اُس نے الصلوٰۃ کی جگہ الجمعہ کہدیا۔ ایک لفظ کے بدلنے سے حدیث دوسری ہوگئی۔ ایک باب سے دوسرے باب میں پہونچ گئی اور اس نئی صورت پر استخراج و استنباط کا سلسلہ شروع ہوگیا اور کسی راوی نے بطور تفریع کے یہ بھی بیان کر دیا کہ فان ادرکھم جلوسًا صلی الظہر

اس لیے اصل حدیث پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچی مگر سلسلہ استخراج و استنباط جاری ہوگیا اور یہ قول مدرج (فان ادرکھم جلوسًا صلی الظھر اربعًا) بھی کتب حدیث میں ہمارے سامنے بطور حدیث مرفوع کے موجود ہے۔

روایت زیر بحث (اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین قبل ان یجلس) کی بھی یہی صورت نظر آتی ہے کہ راوی نے اپنے خیال کے موافق قصۂ سلیکؓ سے استنباط کرکے مسئلہ[۱] بیان کیا اور یہ قول مُدرج نقل ہوکر جزء حدیث سمجھ لیا گیا یا راوی کے گوشۂ خیال میں تحیۃ المسجد کی مشہور حدیث (اذا جاء احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین) ہے اُس نے اس کو قصۂ سلیکؓ پر چسپاں کرکے بیان کردیا۔ الفاظ بھی متقارب معنی اور مراد بھی متقارب۔ سلسلہ

---

[۱] حضرت اُستاذ علامہ عثمانی رحمۂ اللہ کا رجحان اس توجیہ کے خلاف ہے فرماتے ہیں۔

(۱) بعض مدرسین کا یہ کہنا کہ اصل دلیل اس مسئلہ میں قصۂ سلیک ہے اور کسی راوی نے اس شخصی محتمل واقعہ سے ایک ضابطہ کلیہ اخذ کرکے یہ حکم عام بیان کردیا (اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین) یہ بات روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

(۲) ان میں سے زیادہ صریح روایت ابو داؤد کی ہے کہ آنحضرتؐ نے سلیکؓ کو نماز کا حکم فرمانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر یہ حکم فرمایا (ثم اقبل علی الناس وقال اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین)

(۳) یہ روایت اس امر میں صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیکؓ کو نماز کا حکم فرمانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر یہ حکم عام بیان فرمایا اور متنبہ فرمایا کہ یہ حکم سلیکؓ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔

(فتح الملہم بالتلخیص والتشریح)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اُستاد رحمۂ اللہ جن روایات کو متعدد اور صحیح فرمارہے ہیں اُن جملہ روایات کے مدار ابو سفیان ہیں۔ یعنی روایت ایک ہی ہے تعدد اور پھیلاؤ نیچے کے رواۃ کا ہے۔ ابو سفیان کا حال ابھی گذرا اُن کی اس روایت میں دو علتیں ہیں ایک اُن کے عام ضعف کی۔ دوسرے حضرت جابرؓ سے ان کے عدم سماع کی۔ اور جس روایت کو حضرت استاد صریح ترین فرمارہے ہیں اس کے صریح ترین ہونے کا راقم کو بھی اعتراف ہے لیکن حضرت رحمۂ اللہ کا اس کو صحیح روایات میں شمار کرنا بھی صحت سے بعید بلکہ ابعد ہے اس کے نقائص ملاحظہ فرمائے جائیں۔

(۱) یہ الفاظ (ثم اقبل علی الناس الخ) صرف محمد بن جعفر غندر کے بیان کردہ ہیں جن کو وہ اپنے شیخ سعید بن ابی عروبہ کے فرمائے ہوئے بتلا رہے ہیں لیکن غندر کے دو اُستاد بھائی روحؒ و عبدالوہابؒ ان الفاظ کو سعید سے نقل نہیں کرتے ہیں۔ غندر کے اس تفرد کی طرف امام ابو داؤد رحمۂ اللہ نے زاد ثم اقبل علی الناس کہہ کر اشارہ کیا اور امام احمد رحمۂ اللہ نے تینوں اشخاص کی سند بیان کرکے غندر کے تفرد کا صاف اظہار فرمادیا۔ فرماتے ہیں (باقی آئندہ صفحہ پر)

(باقی آئندہ صفحہ پر)

روایت شروع ہوکر یہ استنباط بھی بطور حدیث منظرِ عام پر آگیا۔ وجوہ یہ ہوں یا اور لیکن یہ حکم عام والی روایت دلائل و قرائن کی روسے حدیث مرفوع ثابت نہیں ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دارقطنی کی تعلیل مذکورہ بالا کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شعبہ کی یہ روایت شاذ نہیں روح بن القاسم کی متابعت اس کی تائید میں جو دارقطنی کی روایت کردہ موجود ہے (مقدمہ فتح الباری) راقم الحروف عرض کرتا ہے جب ائمہ اثبات و متقنین کی جماعت کثیرہ اس امر میں شعبہ کے خلاف ہے تو روح بن القاسم کی متابعت سے اس کثرت میں کوئی موثر کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔ جماعت کے مقابلہ میں افراد کا قول قابلِ التفات نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے حدیث مرفوع متعلق اعتاقِ عبد مشترک۔ (عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في المملوك بين الرجلين يعتق احدهما نصيبه قال يضمن) جس کا مطلب ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قال محمد فی حدیثہ ثم اقبل علی الناس (مسند احمد) یہ درست کہ یہ تینوں حضرات ثقہ ہیں لیکن وہ وہ دو ہیں اور غندر تنہا نیز حافظ ابن حجرؒ نے غندر کے متعلق الا ان فیہ غفلۃ (تقریب) لکھ کر ان کے اوپر ایک سیاہ نقطہ بھی لگا دیا ہے۔

دوسرا نقص یہ کہ سعید بن ابی عروبہ مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت معنعن بیان کی اور مدلس کا معنعنہ مقبول نہیں

تیسرا نقص یہ کہ سعید بن ابی عروبہ کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو کر ان کو اختلاط ہو گیا تھا اور غندر نے ان سے بحالت اختلاط ہی روایات حاصل کی ہیں، لہذا یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ محدث ابن مہدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سمع غندر من ابن ابی عروبۃ یعنی فی الاختلاط (میزان)

چوتھا نقص یہ کہ سعید کے شیخ ولید ابو بشر ہیں اور سعید کو ابو بشر سے سماع ہی حاصل نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں لم يسمع سعيد من الحكم (الی) ولا من ابی بشر (الی) وقد حدث عنهم كلهم يقول عن ويدلس (میزان)

حضرت استاد رحمۃ اللہ کی توجہ روایت کے ان اسقام کی طرف منعطف ہو جاتی تو حضرت اس کو کبھی صحیح نہ فرماتے۔

حضرت استاد رحمۃ اللہ کی تقریر کا تیسرا جزو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیکؓ کو حکم فرمانے کے بعد حاضرین کو متنبہ فرما دیا کہ یہ حکم سلیکؓ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں قیاسی لحاظ سے مجوزین کے اصول پر درست نہیں بیٹھتا ہے جبکہ مجوزین کے خیال میں تحیۃ المسجد بحالت خطبہ بطور سنت کے جاری تھی اور بقول ان کے آنحضرتؐ نے سلیکؓ کی ناواقفیت اور بھول کی وجہ سے ان کو نماز کی ادائیگی کا حکم فرمایا ایسی صورت میں حاضرین کے لئے سلیکؓ کے ساتھ اس کی تخصیص کے شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں تھا پھر ان کو مزید تنبیہ کی کیا حاجت تھی اسی نکتہ کے پیش نظر حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کی توجہ اس حکم عام والی روایت کے معلول ہونے کی طرف منعطف ہوئی اور انھوں نے دلائل پر نظر رکھتے ہوئے اس کی معلولیت کا حکم صادر فرمایا۔

کہ آزاد کنندہ مالک اگر متمول ہو تو دوسرے شریک کو حسب حصّہ قیمت ادا کرنے کا ذمّہ دار ہوگا ذی استطاعت نہیں تو بقیہ حصّہ بدستور غلامی میں رہے گا اس حدیث کو تین راوی (ہشام[1] شعبہ[2] ہمام[3]) مرفوعاً صرف اسی قدر بیان کرتے ہیں لیکن اس کے برخلاف دو راوی سعید بن ابی عروبہ وجریر بن حازم اس روایت میں مرفوع کے طور پر استسعار کا اضافہ کرتے ہیں یعنی آزاد کنندہ مالک کے غیر مستطیع ہونے کی حالت میں غلام اپنی کمائی سے دوسرے مالک کو اپنی قیمت بقدر حصّہ ادا کر کے خود کو آزاد کرالے گا۔ حافظ دارقطنی ان راویوں کی روایت کو ان کا وہم قرار دیکر فرماتے ہیں رواہ ابن ابی عروبۃ وجریر بن حازم فجعل الاستسعاء من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحسبھا وھما فیہ لمخالفتہ شعبۃ وھشام وھمام ایاھما (سنن دارقطنی) روایت زیر بحث (اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین) میں چھ راوی اور دو راوی ...... کا مقابلہ تھا لیکن یہاں صرف تین اور دو کا مقابلہ ہے ...... بایں ہمہ دارقطنی تین راوی کی روایت کے مقابلہ میں دو راوی کی روایت کو ان کا وہم بتاتے ہیں اس میں دارقطنی بھی متفرد نہیں اسمٰعیل بن المنذر خطابی بیہقی وغیرہم کی بھی یہی رائے ہے۔

الغرض دارقطنی نے روایت زیر بحث میں جس علّت کو ظاہر کیا ہے اس کے اندفاع سے روح بن القاسم کی یہ متابعت بھی قاصر ہے۔ اگر روح بن القاسم کی یہ متابعت شعبہ کی اس روایت کو صحیح بنانے کے لئے کافی ہوتی تو دارقطنیؒ کو اس تتبع اور اعتراض کی ضرورت ہی نہ تھی یہ متابعت تو اُن کے بھی پیشِ نظر ہے ان کی ہی روایت کردہ ہے اور اسی باب میں موجود ہے۔ پھر اس روایت میں جس قدر سقام اسنادی ہیں اُن کے ہوتے ہوئے حافظ رحمہ اللہ کا اس کو پیش کرنا تعجب ہی ہے۔

اُس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن بزیع ہیں جن کو ابن عدی لیس بحجۃ کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں عامۃ احادیثہ لیست بمحفوظۃ۔ دارقطنی بھی ان کو درجۂ اعتماد و ثقاہت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ محدثین نے ان کی روایات منکرہ کا تتبع بھی کیا ہے۔ مزید براں یہ کہ ان کی یہ روایت یحییٰ بن غیلان کے طریق سے ہے اور اس طریق کی روایات خاص طور سے مناکیر شمار کی گئی ہے۔ محدث ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں روی عنہ یحیی بن غیلان مناکیر۔ حافظ ذہبی نے بھی عبداللہ بن بزیع کی روایتِ منکرہ کی مثال میں اسی طریق کی روایت پیش کی ہے

فرماتے ہیں ومن مناکیر عبد اللہ حدیث یحییٰ بن غیلان (میزان الاعتدال ۔ لسان المیزان ۔ وغیرہ)

دوسرے راوی یحییٰ بن غیلان مجہول الحال ہیں ۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی مرحوم فرماتے ہیں ابن بزیغ ضعیف ویحییٰ بن غیلان مجہول الحال قالہٗ ابن القطان (التعلیق المغنی) مولانا شمس الحق صاحب جماعت اہل حدیث کے عظیم المرتبت عالم تھے ۔ حدیث میں ان کی متعدد تصانیف ہیں ۔ سنن ابوداؤد اور سنن دارقطنی کی شروح ان کی مشہور تصانیف ہیں ۔ مولانا موصوف روح بن القاسم کی زیر تذکرہ متابعت پر سنن دارقطنی میں خاموشی سے گذر گئے کوئی جرح اس کے رجال پر نہیں کی اور ان کے ضعف پر صاف پردہ ڈال دیا کیونکہ یہ اُن کے مسلک کی تائید میں حافظ ابن حجر کی پیش کردہ روایت تھی ۔ راقم الحروف کو معلوم تھا کہ دارقطنی اس طریق کی ایک روایت کتاب الزکوٰۃ میں لائے ہیں ۔ راقم الحروف تاڑ گیا ۔ اگرچہ مولانا نے مصلحۃً اس جگہ اس روایت کے رجال پر لب کشائی نہیں کی ۔ مگر وہاں مولانا ان کو نہیں بخشیں گے ۔ التعلیق المغنی کھول کر کتاب الزکوٰۃ کو دیکھتا ہوں کہ اس جگہ مولانا صاف صاف ان ہر دو راوی کی تضعیف فرما رہے ہیں ۔ حافظ ابن حجرؒ سے اس طرح کی حرکت یک گونہ قابلِ تعجب تھی تو مولانا موصوف سے دو گونہ قابل تعجب ۔ حافظ ایک مسلک کی پابندی کے معترف اور مولانا کسی خاص مسلک کی پابندی کے منکر اور صرف سنّت سے ثابت شدہ مسلک کو اپنانے کے مدعی پھر اُن کو حدیث کی تحقیق میں اخفا سے کیا تعلق ۔ بہرحال مولانا موصوف نے کتاب الزکوٰۃ میں ان ہر دو راوی کے ضعف وجہالت کا اعتراف فرما لیا ۔

اس روایت کے تیسرے راوی الفضل بن عباس الصواف کی متعدد روایات التعلیق المغنی میں مولانا شمس الحق صاحب کے زیر بحث آئی ہیں لیکن کسی ایک جگہ بھی مولانا موصوف نے اس راوی کا حال نہیں لکھا ۔ اغلبًا مولانا کو راوی کے احوال تک رسائی نہیں ہوئی ۔ راقم الحروف نے بھی قریب و بعید کا تعلق رکھنے والی متعدد کتب میں ان کا ترجمہ تلاش کیا لیکن راقم کو بھی اس میں ناکامی ہی رہی ۔

میزان الاعتدال[۱]، لسان المیزان[۲]، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال[۳] تقریب التہذیب[۴]، تہذیب التہذیب[۵] کتاب الانساب للسمعانی[۶] ۔ کتاب الثقات لابن حبان[۷] ۔ کتاب مشتبہ النسبۃ[۸] ۔ کتاب المختلف والمؤتلف[۹] کتاب المشتبہ[۱۰] فی اسماء الرجال ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی[۱۱] ۔ کشف الاحوال[۱۲] فی نقد الرجال ۔

تبصیر[۱۳] المنتبہ تحریر المشتبہ ۔ تذکرۃ[۱۴] الحفاظ وغیرہ کتب کو دیکھا اور ان کے ذکر سے ان کتب کو خالی پایا۔ ان کی جہالت کو رفع کرنا مجوزین کا فرض ہے ان کے حالات سے واقفیت کے بغیر روایت میں توقف کرنا اصولی اور قانونی بات ہے ۔ یہ حال اس متابعت کا ہے جس کی حالت پر روشنی ڈالے بغیر حافظ ابن حجرؒ پیش فرما کر رخصت ہوئے۔

اس متابعت کے علاوہ مسلم وغیرہ میں ایک متابعتِ ناقصہ ہے ۔ اس کا جائزہ بھی کر لینا چاہئے اس کے مدار ابوسفیان طلحہ بن نافع ہیں ان کے متعلق ہم کو یہ تسلیم کہ وہ متفق علیہ ضعیف نہیں بعض حضرات ان کی تحسین بھی کرتے ہیں اور بعض نے تضعیف کی ہے ۔ البتہ علل احادیث کے عارف یکتا، امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ اُن کی تضعیف ہی کے قائل ہیں اور خاص بات یہ کہ انھوں نے ابوسفیان کی روایات کے متعلق ایک تاریخی شہادت پیش کی۔ فرماتے ہیں۔ وکانوا یضعفونه فی حدیثه اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ابن مدینی سے متقدم اور اُن کے ہم عصر جملہ محدثین ابوسفیان کی روایات کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے تھے ۔ امام علی بن المدینی کی رائے اور ان کی پیش کردہ اس شہادت کے سامنے ہر ایک حدیث کا طالب علم ان کی روایات کے معاملہ میں خاموشی ہی اختیار کرنے پر مجبور ہوگا ۔ اس کے باوجود ہم ابوسفیان کی اس روایت کو صرف اسی وجہ سے ناقابل قبول تصوّر کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ابوسفیان اپنی اس روایت کو جابر رضی اللہ عنہ سے لی ہوئی بتا رہے ہیں اور جابر رضی اللہ عنہ سے ان کو سماع حاصل نہیں۔ شعبہؒ وابن عیینہؒ کے قول کے موافق وہ جابر رضی اللہ عنہ کے کسی صحیفہ (کاپی) سے نقل کر کے احادیث بیان کرتے ہیں ۔ لطف یہ کہ روایت بنقل کاپی ہے اور وہ بیان ایسا کرتے ہیں جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے انھوں نے سنی ہیں ۔ اُن کے عام ضعف کے ساتھ یہ نقص شامل ہو کر معاملہ سنگین ہو جاتا ہے ۔ جو احادیث صحیفہ سے منقول ہوتی ہیں ان کو محدثین صحیح تسلیم نہیں کرتے ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں عمرو بن شعیب کی اپنے دادا سے روایت کردہ احادیث کی جن علماء نے تضعیف کی ہے اس لئے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے حدیث لاتے ہیں ۔ ان علماء نے یہی تصور کیا کہ انھوں نے اپنے دادا سے احادیث نہیں سنی ہیں علی بن المدینی رحمۃ اللہ یحییٰ بن سعید کا قول بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث ہمارے نزدیک ضعیف ہیں (سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ)

اب ابوسفیان کی روایات بطریق جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سنئے ۔ شعبہ اور ابن عیینہ فرماتے ہیں حدیث ابی سفیان عن جابر انما ھی صحیفۃ ۔ ابن مدینی فرماتے ہیں ابوسفیان لم یسمع من جابر الا اربعۃ احادیث یہی ایک قول شعبہ کا بھی ہے پس ابوسفیان کی روایات بطریق جابر بسبب عدم سماع غیر معتبر ہونگی ممکن ہے حضرات مجوزین فرمائیں کہ آخر کے قول سے چار احادیث کا سماع ثابت ہوتا ہو پس تا وقتیکہ کلیتہً نفی نہ ہوجائے حجت تمام نہ ہوگی اس کے متعلق یہ عرض ہو ۔

۱۔ یہ کہ مقدم الذکر اقوال سے سماع کی نفی علی الاطلاق ثابت ہوچکی ہے اس جامع نفی کے مقابلہ میں چار حدیث کا استثنار کوئی وزن نہیں رکھتا ہو ان کی ہزاروں روایات کے عدم سماع کو ہم نے ثابت کیا اب اس کو مجوزین ثابت کریں کہ یہ روایت اُن چار مستثنیٰ روایات میں سے ہے ۔

۲۔ یہ کہ ماہرین فن اس امر میں تتبع و تلاش کرچکے ہیں اُن کے نزدیک یہ روایت اُن چار مستثنیٰ روایات مسموعہ سے خارج ہے ۔ حافظ ابن حجرؒ اقوال مذکورہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں قلت لم یخرج البخاری له سوی اربعۃ احادیث واظنها التی عناھا شیخہ علی بن المدینی (مقدمہ فتح الباری وھذ یب) یعنی امام بخاری جامع صحیح میں ابوسفیان کی صرف چار حدیثیں ہی لائے ہیں اور میرے گمان میں امام بخاری کے استاد علی بن المدینی نے جن چار حدیثوں کے سننے کا ذکر کیا ہو اور چاروں صحیح بخاری کی روایات ہی ہیں ۔

اس سے ثابت ہورہا ہے کہ امام علی بن المدینی امام بخاری حافظ ابن حجر (رحمہم اللہ) کے نزدیک وہ چار حدیث جن کو ابوسفیان نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے صرف وہی ہیں جن کو امام بخاری اپنی جامع صحیح میں لائے نہ کہ مسلم وغیرہ کی یہ روایت ۔

اس مقام پر ہم کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مبنی بر انصاف طرز عمل کی تعریف بھی کرنی ہو جو انھوں نے اس متابعت کے متعلق اختیار کیا یعنی جبکہ خود اس مسلم کی روایت ابوسفیان کو احادیث مسموعہ سے خارج کردیا تو پھر روح بن القاسم کی متابعت کی تائید میں اس کا اشارہ تک بھی نہیں کیا ۔ ایک بات یہ بھی عرض کرنی ہے کہ ابوسفیان (تابعی) کے سماع کی یہ نفی چوتھی صدی کے امام طبرانی یا چھٹی صدی کے حافظ منذری کی رائے نہیں جیسا کہ بعض ناقلین نے عطار خراسانی (تابعی) کے سماع کے بارہ میں ان حضرات کی نقول کو پیش کردیا جو کسی طرح قابل تسلیم نہیں ۔ ابوسفیان کے

سماع کا یہ انکار تابعین سے قریب کا تعلق رکھنے والے اور اُن کے علوم اور حالات کو بلا کسی درمیانی واسطے کے حاصل کرنے والے ائمہ فن کی تحقیق کا نتیجہ ہے اور جو ہر لحاظ سے معتمد اور تحقیق کے ذروۂ سنام کا درجہ رکھتی ہے پھر اُن کے شاگرد امام بخاری کی عملی تائید سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے اور حافظ ابن حجر کی تائید مزید اس کے صحت کی مضبوط ترین مہر ہے ۔ سنن دارمی میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک مرسل روایت مذکور ہے اخبرنا محمد بن یوسف (الفریابی) حدثنا سفیان (الثوری) عن الربیع بن الصبیح (البصری) عن الحسن (البصری) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین ۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے

(۱) حسن رحمۃ اللہ تابعی ہیں ان کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو بغیر درمیانی راوی کے بیان کرنا یہ ارسال ہے ۔ روایات مرسلہ صحیح مسلک کے موافق قابل احتجاج ہیں حسن رحمۃ اللہ عظیم المرتبت امام ہیں مگر اس امر میں محدثین کے نزدیک غیر محتاط ہیں ۔ محدثین نے اُن کے متعلق جو رائے قائم کی اس کا حاصل یہ ہے کہ انھوں نے جن لوگوں سے احادیث کو قطعاً بھی نہیں سُنا تھا وہ اُن کے متعلق بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم سے فلاں فلاں ...... نے حدیث بیان کی ہے یعنی جمع متکلم کا صیغہ بولکر وہ اہل بصرہ کی سُنی ہوئی بات کو تاویلاً اپنی طرف نسبت کر دیتے تھے (خلاصۂ قول بزارؒ محدث از تقریب) اس لئے اہل فن نے ان کے مراسیل کو ضعیف مثل ہوا اور ناقابل احتجاج تصور کیا ۔

(۲) دوسرے راوی ربیع بن صبیح بھی اخلاق وکردار کے لحاظ سے قابل احترام ہیں لیکن روایت کے معاملہ میں نسے خوش عقیدگی رکھنے والے حضرات بھی انکی توثیق صاف طور سے نہیں کر سکے ۔ امام یحییٰ بن سعید القطانی روایت میں اُن سے خوش نہیں تھے ۔ ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے کوشش کے ساتھ کہا کہ وہ ربیع کی احادیث مجھ سے بیان کریں لیکن انھوں نے انکار کر دیا ۔ ابن المدینی خود کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نزدیک صالح ہیں او قوی نہیں ۔ ابن معینؒ اور نسائیؒ نے انکو صاف ضعیف کہا ۔ محدث عجلیؒ عفانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ربیع کی احادیث تو کل ہی الٹ پلٹ ہیں ۔

(۳) اب رہے محمد بن یوسف فریابی اگرچہ ابن عدی ان کو ضعفاء میں لائے ہیں مگر از رُئے انصاف وہ عام روایات میں ثقہ ہیں البتہ سفیان ثوریؒ سے روایت کردہ انکی احادیث قابل اعتماد نہیں سمجھی گئیں ابن عدی کہتے ہیں صدوق ولہ افرادات عن الثوری محدث عجلیؒ فرماتے ہیں فریابی نے ڈیڑھ احادیث میں غلطی کھائی ہے ۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی سفیان سے روایت کردہ احادیث میں ان کی غلطی کو تسلیم کیا ہے (میزان تقریب وغیرہما) یہ جو کچھ عرض کیا ہے وہ محدثین بالخصوص حافظ ابن حجرؒ کی تحقیقات سے لیا گیا ہے ۔ محدثین نے اس روایت کو اپنے استشہاد میں پیش نہیں کیا مگر اس کو تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں کرا ان کا اس روایت کو ناقابل اعتماد سمجھتے ہوئے پیش نظر احساس ذمہ داری کی کھلی مثال ہے ۔ جزاہم اللہ ۔

(باقی آئندہ)